

## محمد شین کرام کی توقیتِ غزوہات۔ ایک تجزیہ

ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے مطالعے کے ذیل میں محمد شین کرام اور سیرت نگاروں کا اختلاف اب حقیقت واقعہ سمجھ جانے لگا ہے۔ متعدد جدید سیرت نگاروں نے بھی یہ اصول تسلیم کر لیا ہے کہ سیرت نبوی کے کسی ایش پر روایاتِ حدیث اور اخبار سیرت میں اختلاف و تصادم کی صورت میں روایاتِ حدیث کو ترجیح دی جائے گی۔ (۱)

دوسری طرف اتنے ہی یا ان سے زیادہ سیرت نگاریے ہیں جو ہر حال میں روایات سیرت کو ترجیح دیتے ہیں، کبھی بالاواط طور سے اور کبھی روایاتِ حدیث کا حوالہ دیتے بغیر۔ (۲)

البتہ کچھ ایسے قدیم و جدید اہل قلم ہیں جو دونوں نوع کی روایات میں تقابلي مطالعہ کرتے ہیں اور تاریخی واقعات اور روح سیرت کے مطابق اور صدق تحریر کی خاطر جس کو صحیح سمجھتے ہیں ترجیح دیتے ہیں۔ اس الزام کی پروادہ کئے بغیر کہ وہ محمد شین کرام کی مردیات کے خلاف جانے کی جرأت رندانہ کرتے ہیں۔ (۳)

قدیم و جدید سیرت نگاروں نے اپنے اپنے ذوق، روحانی اور فکر کے موافق متعدد کتابیں تحریر کی ہیں، جن میں دونوں قسم کی روایتوں کو جاپیش کر کے تطبیق، ترجیح اور تلقین کا کام کیا ہے، مگر انہوں نے یادوں سے اہل قلم نے محمد شین کرام اور اہل سیر عظام کی روایات و احادیث کا تقابلي مطالعہ اور تفہیدی تجزیہ نہیں کیا ہے۔ خاص طور سے سیرت نبوی ﷺ متعلق روایات محمد شین کا۔ (۴)

اور جب تک ایسا تجزیہ نہ کیا جائے حقیقت کا پتہ لگانا مشکل ہے، یہ سعادت شاہید نصیب یعنی مدان میں لکھی گئی تھی۔ اس مطالعے میں حدیث و سیرت کی روایات کا تقابلي مطالعہ مختلف فصول میں کیا گیا ہے۔ اول بحث غزوہات و سرایائے نبوی کی توقیت پر ہے۔ دوسرا بحث ان کی ترتیب سے متعلق ہے۔ تیسرا بحث میں واقعات و غزوہات و سرایا کا تجزیہ ہے۔ ان تمام مباحثت میں توجہ پوری طرح محمد شین کرام کی روایات مغاذی پر مركوز رکھی گئی ہے۔ اور اہل سیر سے یا ان کی روایات

تحقیقات حدیث۔ (۲) ۸۰ توقیت غزوہات کا ایک تجربی

سے موازنہ و مقارنہ نہیں کیا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرا وسیع مبحث ہے۔

### الف۔ غزوہات و سرایائے نبوی کی توقیت محدثین

اہل سیرت نے بالعموم اور بطور اصول تمام غزوہات و سرایا کی توقیت کی ہے اور متعدد تاریخوں کا ذکر ایک ہی غزوے یا سریئے کے ضمن میں بسا اوقات کیا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی غزوہ یا آپ کے صحابہ کرام کا کوئی سریہ ایسا نہیں ہے جس کی انہوں نے تاریخ نہ دی ہو۔ (۵)

ان کے بال مقابل محدثین کرام کا طریقہ بالعموم یہ ہے کہ وہ تاریخوں کا ذکر بہت کم کرتے ہیں الہذا ان کی توقیت غزوہات یا توقیت واقعات غالب معاملات میں ناقص ہوتی ہے۔ (۶)  
دارصل اس کے لئے وہ موردا الزام ہی نہیں ہیں کہ ان کا طریقہ تالیف اور بدھ تحریر وقت و زمانے کی تعین نہ تھا، بل کہ شرعی، فقیہی اور قانونی مطیع نظر تھا، جس کے ذریعے وہ امت سے می کے سامنے بالخصوص اور سارے عالم کے آگے بالعموم رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام اور سلف عظام کا وہ اسوہ حیات اور نمونہ عالم پیش کرنا چاہتے تھے جس کی ہر حال میں تلقید و پیروی کی جائے، تاکہ دنیا میں فوز و فلاح اور عقبی میں نجات و نعمت نصیب ہو۔ ان کے مقابلے میں سیرت نگاروں کا طریقہ تالیف اور مقصود تحریر یہ تھا کہ ان کے قاریوں کو واقعات و حادثات کی معلومات اپنی تمام ترقیات میں ساتھیں، پھر چاہے وہ ان کو سرمه عبرت و موعظت بنائیں یا شخص اپنی معلومات اور علم میں اضافہ کریں۔ اس لئے پردونوں اصحاب قلم کا تجویز یہاں نہیں کیا جا رہا ہے کہ وہ توقیت پر دونوں نقاط نظر کے اختلاف کی بحث میں از خود آجائے گا۔ (۷)

غزوہات و سرایا کی توقیت میں اختلاف اہل مغازی کے درمیان بھی پایا جاتا ہے، اہنے اس حقیقت اور واقعی بالعموم و مختلف مکاتب فکر اور متبائل نقاٹ نظر کے ترجمان سمجھے جاتے ہیں، اگرچہ دونوں صحابیان سیرت اور وابستگان مدرسہ مدینہ ہیں۔ مغازی نگاروں بالخصوص ان دونوں کی توقیت غزوہات سرایا کا ایک عمدہ جائزہ لیا جا چکا ہے۔ (۸)

تیسرے صاحب مغازی موی بن عقبہ ہیں جو ان دونوں سے بھی مختلف توقیت کہیں کہیں کرتے ہیں لیکن ان کا مکمل تجویز محسن اس لئے نہیں کیا جا سکا کہ ان کی کتاب کتاب المغازی کا مکمل طور پر نہیں ملی، صرف اس کے بعض اجزاء ملے ہیں۔ یا مختلف کتابوں میں جن میں کتب حدیث بھی

تحقیقات حدیث۔ (۲۴) — توقيت غزوٰت کا ایک تجزیہ شامل ہیں ان کی روایات ملتی ہیں۔ (۹)

### ب۔ مطالعہ توقيت حدیث کے طریقے

محمد شین کرام کی توقيت مغازی کا مطالعہ مختلف طریقوں سے کیا جاسکتا ہے۔ ان میں ایک تو ترتیب زمانی اور تاریخی تسلیل کا طریقہ ہے جو بالعموم سیرت نگاروں نے اختیار کیا ہے۔ مگر وہ محمد شین عظام کی روایات کے تجزیے میں زیادہ سودمند نہیں ثابت ہو سکتا، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے تمام غزوٰت کی توقيت نہیں کی ہے۔ توقيت اکثر و پیشتر دن، تاریخ، ماہ اور سن کی قید سے بھی نہیں کی گئی ہے۔ بھی توقيت کا حوالہ ان کے ابواب کی عبارتوں میں ملتا ہے اور کہیں کہیں احادیث و مریات سے معلوم ہوتا ہے، بھی وہ بحیرت یا کسی اور واقعہ کے حوالے سے توقيت کرتے ہیں۔ اور بھی وہ اپنے راویوں اور کتابوں کے حوالے سے۔ اس لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیثی توقيت مغازی کا حوالہ توقيت غزوٰت و مغازی کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے، اس لئے کہ وہ ان کے عام منہج روایت کے مطابق بھی ہے۔

ہمارے مطالعے اور تجزیے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محمد شین کرام نے غزوٰت و سرایا کی توقيت کے لئے رذایت کے اعتبار سے تین طریقے اختیار کئے ہیں:

اول: وہ مغازی جن کی توقيت محمد شین کرام نے صرف اپنی یا اپنے رواۃ حدیث کی سندوں کی بنیاد پر کی ہے۔

دوم: وہ غزوٰت و سرایا جن کی توقيت میں انہوں نے صرف اہل سیر کی روایات و آرنقل کی

سوم: وہ مہمات نبوی جن کی توقيت میں محمد شین کرام کی اپنی اسناد بھی موجود ہیں اور اہل سیر کی روایات بھی۔ ان طریقوں کے ضمن میں بعض دوسرے نکات بھی آتے ہیں جن کا ذکر برابر آتا رہے گا۔ ہم نے اپنی بحث میں زیادہ تر صحیحین پر اعتماد کیا اور ان میں سے بھی زیادہ صحیح بخاری پر کہ صحیح مسلم میں اس موضوع پر مواد کم ہے اور دوسری کتب حدیث میں اس سے بھی کم تر۔ (۱۱)

بہر حال جہاں جہاں توقيت کے مسئلے پر ان کتابوں میں مواد ملا ہے اس کو بھی سونے کی کوشش کی گئی ہے۔ ذیل میں ہم صحیح بخاری سے اس بحث کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔

محمد شین کرام کی اپنی یا رواۃ کی سند پر توقيت غزوٰت و سرایا

تحقیقات حدیث۔ (۲) ۸۲ توقیت غزوات کا ایک تجزیہ

اممہ حدیث نے توقیت کے ضمن میں بہت کم غزوات و سرایا کا ذکر اپنی اسناد پر کیا ہے۔ ان

میں سے جن کا ذکر امام بخاری نے اپنی اسناد سے کیا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ابو رافع یہودی کے قتل کے سریئے کی توقیت یوں کی ہے کہ بقول زہری وہ کعب بن

اشرف کے قتل کے سریئے کے بعد ہوا تھا۔ (۱۲)

۲۔ غزوہ ذات الرقان کو غزوہ محارب بن نصفہ / بنو شلبہ / غطفان کہنے کے علاوہ اس کے

باب میں اس کو خیر کے بعد ہونا بتایا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ الشعرا خیر کے بعد

آئے تھے اور وہ اس غزوہ میں شریک تھے۔ (۱۳)

۳۔ غزوہ ذات القرد کو خیر سے تین پہلے ہونا بتایا ہے معلوم نہیں، تین دن پہلے ہے یا تین ماہ

یا تین سال (۱۴)

۴۔ غزوہ فتح مکہ کے باب ہی میں صراحة کی ہے کہ وہ رمضان میں ہوا تھا، پھر حضرت ابن

عباس کی ایک روایت اور حضرت فیعید بن میتب کے ایک اثر میں بھی یہی ذکر ہے، جب کہ

حضرت ابن عباس کی ایک اور روایت میں مزید وضاحت یہ کی ہے کہ تہجیت نبوی کے ساتھ آئٹھ

سال بعد ماہ رمضان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے۔ (۱۵)

۵۔ غزوہ حنین کے بارے میں ایک روایت حضرت ابن عباسؓ کی نقل کی ہے کہ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں حنین کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اگرچہ اور غزوات و سرایا کے

بارے میں امام بخاری کی توقیت سنو ماہ وتاریخ کی قیدی بنیاد پر نہیں ملتی اور نہیں ہی ان کی اپنی اسناد

کی بنا پر نظر آتی ہے گرچہ بعض دوسرے سرایا کو اسی زمرے شمار کیا جا سکتا ہے جیسے امام موصوف نے

حضرت علی بن ابی طالب اور خالد بن ولید کی مہمات یمن کو جو جتنا الوداع سے قبل پہنچے جانے کا ذکر کیا

ہے اس سے یہی تاثر ملتا ہے کہ امام صاحب نے ان کی توقیت اپنی سند پر کی ہے یہ عبارت ان کے

متعلقہ باب میں ہی موجود ہے۔

(۲) اہل سیر کے حوالے سے محدثین کرام کی توقیت غزوات و سرایا

ان غزوات و سرایا کی تعداد نسبتاً زیاد ہے جن کی توقیت میں امامان حدیث نے سیرت

نگاروں اور مخازی کی روایات، آراء اور اقوال نقل کئے ہیں اور اپنی سند پر کوئی تاریخ یا سنن نہیں دیا

ان کی تفصیل حسب ذیل ہے اور یہ امام بخاری کی روایات پر اصلًا مبنی ہے۔

تحقیقات حدیث۔ (۲۴) ۸۳ توقیت غزوات کا ایک تجزیہ

۱۔ ابن اسحاق کی سند/حوالے سے بتایا ہے کہ اولین غزوہ نبوی غزوہ الابواء تھا اس کے بعد غزوہ بوا اور اس کے بعد غزوہ العشیرہ، مگر امام بخاری نے سلسلہ غزوات نبوی کا ذکر اپنی سند سے غزوہ العشیرہ/العسیرہ سے شروع کیا ہے اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی سند پر روایت نقل کی ہے کہ صحابی موصوف کا اولین غزوہ غزوہ العشیرہ تھا جس میں انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کی سعادت حاصل کی تھی۔ (۱۸)

۲۔ غزوہ الرجیع اور غزوہ ببر معونہ اور ان کے متعلقات کا ایک باب باندھا ہے جس کے آخر میں یہ تصریح کی ہے کہ حضرت عاصم بن عمر کی سند پر ابن اسحاق کے بقول ان کا وقوع غزوہ أحد کے بعد ہوا تھا۔ (۱۹)

۳۔ غزوہ خندق کو احزاب کہہ کر موی بن عقبہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ شوال ۲۷ھ میں ہوا تھا۔ (۲۰)

۴۔ غزوہ بنی قریظہ کی کوئی قطعی تاریخ نہ تو امام بخاری نے نہیں دی ہے مگر اس کے غزوہ خندق سے متعلق وقوع پذیر ہونے کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ تمام سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے، لہذا اس کی تاریخ بھی موی بن عقبہ کے قول مندرجہ بالا کے مطابق شوال یا ذوالقعدہ ۲۷ھ قرار پاتی ہے۔ (۲۱) اگر یہ تسلیم کریا جائے کہ امام موصوف نے موی بن عقبہ کی بیان کردہ تاریخ قول کر لی تھی اور پرشٹے کو وہ صحیح بھی ہے۔

۵۔ غزوہ بنی المصطلق غزوہ مریم سعی سے متعلق امام بخاری نے دو اہم مغازی نگاروں کی توقیت نقل کی ہے: اول ابن اسحاق کا قول بیان کیا ہے کے وہ ۶۵ھ کا واقعہ بتاتے ہیں پھر موی بن عقبہ کا قول نقل کیا ہے جس کے مطابق وہ ۲۷ھ کا واقعہ قرار پاتا ہے۔ (۲۲)

۶۔ غزوہ طائف کے بارے میں صرف موی بن عقبہ کا قول بیان کیا ہے کہ اس کا وقوع شوال ۸ھ میں ہوا تھا، اہل سیر کے ذکر بہala تو قتی اقوال کا مختصر تجزیہ بتاتا ہے کہ امام بخاری نے اس باب میں کئی طریقے اختیار کئے ہیں، کہیں صرف ایک صاحب خانہ کا قول توقیت نقل کی ہے کہیں دو سیرت نگاروں کے اقوال مختلف کو یکے بعد دیگرے لائے ہیں، جہاں صرف ایک سیرت نگار کا ذکر کیا ہے، وہاں کسی جگہ تو صرف ابن اسحاق ہیں اور کسی جگہ موی بن عقبہ، دوسروں کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ (۲۳)

حدیثی اور سیرتی مأخذ / روایات دونوں کی بنابر توقیت و غزوہات و سرایا  
صحابین کرام کا تیرا توقیت طریقہ یہ ہے کہ وہ بعض غزوہات و سرایا کے ضمن میں اپنی سند پر  
بیان کردہ روایات کی بنیاد پر بھی توقیت کرتے ہیں، اور مغازی نگاروں کی روایات کو بھی نقش کرتے  
ہیں۔ اس میں غالباً سب سے کم غزوہات کی تعداد ملتی ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے اور یہ بھی  
اصلًا امام بخاری پر مختصر ہے۔

۱۔ غزوہ بنی انصیر کا باب امام بخاری نے کافی مفصل باندھا ہے جس میں اس غزوہ کا محرك  
و سبب بھی مذکور ہے۔ پھر توقیت کے حوالے سے امام زہری کا قول نقش کیا ہے کہ وہ غزوہ أحد سے قبل  
اور غزوہ بدر کے چھ ماہ بعد تو قوع پذیر ہوا تھا اور سورہ حشر کی ایک آیت کریمہ نقش کرنے اور اس سے  
ایک طرح سے اس استشهاد کرنے کے بعد ان اسحاق کا قول نقش کیا ہے مل کر ابن احیا کے بارے  
میں خود فرمایا ہے کہ انہوں نے اس کو بہر معونة اور أحد کے بعد واقع ہونا بتایا ہے۔ (۲۵)

صحابین کرام کے ہاں خاص کرام بخاری کی صحیح میں یہود مریدہ کے خلاف تینوں غزوہات  
بنو قیقاع، بنو ضیر اور بنو قریظہ کے بارے میں دارصحت خاصاً بہام اور کافی الجھاؤ ملتا ہے (۲۶) جس  
پر بجٹ آگے آتی ہے

۲۔ غزوہ ذات الرقاع کو امام بخاری نے اس بنابر کہ اس میں حضرت ابو موسی اشعری  
شریک رہے تھے غزوہ خیبر کے بعد کا واقعہ قرار دیا ہے کیوں کہ وہ اس سے قبل مدینہ منورہ نہیں پہنچ  
تھے، جب کہ باب کی عبارت میں ہی انہوں نے ابن اسحاق کی تین روایات نقش کی ہیں۔ (۲۷)

۳۔ ایک لخاظ سے غزوہ خندق غزوہ احزاب کو بھی اسی ذمرے میں رکھا جاسکتا ہے کہ بقول  
موسی بن عقبہ اس کا زمانہ وقوع شوال ۲۷ھ تھا اور امام بخاری نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن عمر  
کی جو روایات نقش کی ہیں وہ اس کی بالواسطہ تائید کرتی نظر آتی ہیں۔ روایات کامفہوم یہ ہے کہ  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر کو غزوہ أحد میں شرکت کی اجازت نہ دی کہ وہ چودہ  
برس کے تھے مگر غزوہ خندق میں شریک جہاد ہونے کی اجازت مرحمت فرمادی اس وقت وہ پندرہ  
سال کے تھے، اسی بنابر بعض شارحین کرام نے یہ تصریح کی ہے کہ غزوہ أحد چوں کے ۳۰ھ میں ہوا تھا  
اس لئے ان روایات سے موسی بن عقبہ کی توقیت کی تائید ہوتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ وہ ۲۷ھ ہی  
میں ہوا تھا اگرچہ ان کو یہ بھی اعتراض ہے کہ ان دونوں غزوہات کے مابین دو سال کا فرق بھی

تحقیقات حدیث۔ (۴۲) توقیت غزوہات کا ایک تجزیہ  
ہو سکتا ہے کہ اول غزوے میں حضرت ابن عمر کا چودھواں سال شروع ہوا ہو۔ اور غزوہ خندق میں  
پندرھواں پورہ ہو چکا ہو۔ (۲۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی جہاد میں شرکت کی عمر کی بیان د پر غزوہات و سرایا کی  
توقیت کرنے کا رجحان بعض خطہ تاک مضرمات اور دورہ رس تاریخ کا حامل ہو سکتا ہے، غزوہ احمد میں  
ان کو کم عمری یا نابالغی کے سبب شرکت کی اجازت نہیں مل تھی، جب کہ ان کے ہم مرد ہم سن ساتھی  
حضرات سرہ بن جذب اور رافع بن خدنع کو ان کی ماہرا نہ صلاحیت اور جسمانی طاقت کے سبب  
اجازت مل گئی تھی، اس سے ایک بات تو یہ ثابت ہوتی ہے کہ ایک خاص حد عمر یعنی پندرہ سال سے کم  
ہونا شرکت جہاد سے محروم کردیتا ہے، لیکن پندرہ سال کے معا بعد جہاد میں شرکت کا لازمی ہونا  
 ضروری نہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعض دوسرے ہم عمر صحابہ کرام کو غزوہ خندق  
 میں شرکت کی اجازت مل گئی تھی کہ وہ کم ترین حد عمر جہادی پار کر گئے تھے، یعنی وہ پندرہ سال کے یا  
 اس سے اوپر ہو چکے تھے، ممکن ہے کہ سول سال کے ہوں۔ پھر یہ بھی ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ  
 غزوہ احمد کے بعد جو غزوہات ہوئے وہ اس کے متعلق بعد کے زمانے میں ہوئے، یاد یہ منورہ کے  
 باہر و قوع پذیر ہوئے، موخر الذکر میں ممکن ہے کہ حضرت موصوف نہ گئے ہوں مدینہ منورہ میں احمد  
 کے بعد جنگ خندق ہی اولین واقع ہونے والا غزوہ ہے اور حضرت ابن عمر کی درخواست و خواہش  
 پر ان کو صرف اس لئے شریک کروں گا کہ وہ جہادی مطلوبہ عمر کو پہنچ پکے تھے لہذا یہ کہنا کہ احمد خندق  
 میں ایک سال کا فرق تھا، درایتی لحاظ سے بھی صحیح نہیں، جن محدثین کرام نے اسی تقطیق کی ہے وہ  
 صرف موسیٰ بن عقبہ اور ان کے حامیوں کی بیان کردہ تاریخ غزوہ کے اثبات و ترجیح کے لئے کی ہے  
 اور وہ امام بخاری کی خاطر کہ امام موصوف نے موسیٰ بن عقبہ کی بیان کردہ تاریخ نقل کر دی ہے  
 انہوں نے تو ابن اسحاق کی روایت بھی نقل کی ہیں۔ اس سے کہاں لازم آتا ہے کہ وہ امام ابن  
 اسحاق پر موسیٰ بن عقبہ کو ترجیح دیتے ہیں اور موخر الذکر کی تاریخ کو قبول فرماتے ہیں۔ (۲۹)

### غزوہات و سرایا کی تعداد

امام بخاری اور دوسرے محدثین کرام نے غزوہات نبوی کی کل تعداد بیان نہیں کی ہے۔ لہذا  
سرایا کی کل تعداد بیان کرنے کی توقع رکھنی ہی عبشع ہے۔ بہر حال امام بخاری نے غزوہات کی  
تعداد کی تعیین بعض صحابہ کرام کی شرکت کی بیان دی ہے، ایک روایت کے مطابق

## تحقیقات حدیث۔ (۲۹) توقیت غزوات کا ایک تجزیہ

حضرت زید بن ارم نے فرمایا ہے کہ رسول ﷺ کے صرف انیس غزوات تھے، جن میں سے ترہ میں وہ شریک رہے اور ان کا اوپرین غزوہ شرکت غزوہ عشرہ تھا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت براء بن عازب نے پندرہ غزوات میں اور حضرت ابو موسیٰ اشعری نے سول غزوات میں شرکت کی سعادت پائی تعداد غزوات پر امام بخاری کی کل روایت یہی روایات ہیں۔ (۳۰)

امام مسلم نے حضرت زید بن ارم کی مذکورہ بالا حدیث اپنی دو سندوں سے نقل کی ہے اور اس میں غزوات کی تعداد انیس ہے جب کہ حضرت جابر بن عبد اللہ کی اگلی حدیث میں ان کا بیان نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انیس غزوات میں شرکت کی اور غزوات پر واحد میں اپنے والد ماجد کے منع کرنے کے سبب شریک نہ ہو سکے، لیکن جب غزوہ احد میں حضرت عبد اللہ کی شہادت ہو گئی تو حضرت جابر نے ہر غزوہ میں شرکت کی، اور کوئی غزوہ نہ چھوڑا اس حدیث سے غزوات کی کل تعداد اکیس بن جاتی ہے، مگر اگلی روایت جو حضرت زید کے والد ماجد کی سنڈ پر بیان ہوئی یہ بیان کرتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انیس غزوات ترتیب دیئے تھن میں سے آٹھ میں جنگ کی۔ حضرت سلمہ کی اس باب کی آخری روایت میں یہ بیان ہے کہ صحابی موصوف نے سات غزوات میں شرکت کی اور نو سرا یا (بعوث) میں بھی جن میں سے ایک کے امیر ابو بکر صدیق تھے اور دوسرے کے اسامی بن زید۔ (۳۱)

امام ترمذی نے بخاری والی حدیث زید بن ارم کے مطابق غزوات کی تعداد انیس بتائی ہے، جب کہ ان کے شارح مولانا عبد الرحمن مبارک پوری نے اپنی شرح تحفۃ الاحوالی میں صحیح مسلم کی مذکورہ بالا روایت حضرت جابر کی سنڈ پر اکیس کا ذکر کیا ہے اور حضرت زید بن ارم کی روایت کی توجیہ کی ہے کہ وہ غالباً صفرنی کی بنا پر ابوعاء و یواط میں شرکت نہ کر سکتے تھے، مولانا مبارک پوری نے واقعی ابن اسحاق اور سہیلی وغیرہ کے حوالوں کے بعد عبد الرزاق کی روایت سعید بن المسیب پر ان کی تعداد پنج میں قرار دی ہے۔ (۳۲)

دوسرے محدثین کرام خاص کر بقیہ صحاح سنت کے مؤلفین عظام امامان عصر ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے چوں کہ کتاب المغازی یا غزوات و سرایا کا ذکر آئینی دینی اور نہ ہی نقطہ نظر سے کیا ہے اور ان کے ہاں تاریخی اور واقعاتی بیان کم ملتا ہے، اس لئے ان کی روایات کا تجزیہ کرتا یہاں ضروری نہیں معلوم ہوتا۔ (۳۳)

اصل بات یہ ہے کہ توقیت غزوات کا پیشتر مل کر ایک طرح سے سارا کاروبار امام بخاری

تحقیقات حدیث۔ (۲۴) توقیت غزوات کا ایک تجزیہ  
نے انجام دیا ہے اس لئے ان ہی کی روایت و احادیث پر انحصار کرنا لازمی بن گیا ہے۔

### غزوات و سرایا جمن کی توقیت محدثین نے نہیں کی

پہلے بھی یہ بات کہی جا چکی ہے کہ محدثین کرام نے بہت کم غزوات و سرایا کی توقیت تیار کی ہے اور بیشتر غزوات و مہمات کی تعیین زمانی ان کے ہاں نہیں ملتی اور نہ ان کی بیان کروہ احادیث نبوی یا آثار صحابہ کرام سے کی جاسکتی ہے بعض روایت و احادیث سے جزوی توقیت ہو جاتی ہے مگر وہ بہ رحال تاریخی تقاضوں اور واقعی مطابقوں کو پورا نہیں کرتی۔ ذیل میں ان غزوات و سرایا کی فہرست دی جا رہی ہے جن کی توقیت حدیثی میرنہیں۔

غزوات: البواء، بوط، سفوان / بدر اولی، العشیر، بدر کبری، بوقیقاع، سویق الکذر، ذوامر، بحران احمد، حمرا، الاسد، بدر الموغد، دومہ الجندل، لحیان، حدیبیہ، خیر، فدک، تیما، وادی القری، توبک گویا کہ حدیثی توقیت لگ بھگ اکیس غزوات کی نہیں ملتی لگ بھگ اس لئے کہا گیا کہ خیر کے ساتھ اگر فدک، تیما، اور وادی القری کو ایک غزوہ کا سلسلہ مان لیا جائے تو ایسے غیر موقت غزوات کی تعداد اخبارہ رہ جاتی ہے۔ صراحت کے ساتھ کل سات غزوات کی اور ضرطور سے نو غزوات کی توقیت حدیث میں ملتی ہے اور وہ بھی جزوی طور پر کہیں مبنیہ کا ذکر نہیں ہے تو کہیں اور کوئی چیز مذکور نہیں ہے۔

سرایا کی توقیت تو بالکل نہ ہونے کے برابر ہے کہ صرف چند کی توقیت کی گئی ہے جیسے سریا ابی رافع، رجیع، بہر معونہ۔ باقی سرایا جن کی تعداد ایک روایت کے مطابق ستاؤں کے قریب پہنچتی ہے محدثین کرام کی توقیت سے محروم رہ گئے ہیں۔ ان کی فہرست یہاں دینا مناسب نہیں کہ تکرار ہوگی۔

### توقیت یا عدم توقیت کا مسئلہ

ہمارا نہ کورہ بالا تجزیہ واضح کرتا ہے کہ محدثین کرام کے نزدیک غزوات و سرایائے نبوی کی توقیت نہ ضروری تھی اور نہ ان کے لئے مناسب کیوں کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مغایزی کو دینی حکم اور شرعی مسئلہ بتانے کے لئے نقل کر رہے تھے اور صاحبان مغایزی اور ارباب سیرت کی مانند توقیت و افات سرے سے ان کے پیش نظر تھی۔ مل کر ایک حد تک یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ امامان حدیث کو غزوات و سرایا کے واقعیات پہلو سے ہی دلچسپی نہ تھی۔ وہ تو صرف ان سے فقہی احکام و اسوہ نبوی کا استنباط کرنے کی حد تک دلچسپی لیتے تھے۔ اس کی تائید امام بخاری کے

تحقیقات حدیث۔ (۲۴) توقیت غزوات کا ایک تجزیہ  
 علاوہ دوسرے تمام امامان حدیث کے ابواب کی نوعیت سے ہوتی ہے دوسری اہم دلیل یہ بھی ہے کہ  
 ان تمام ائمہ فن نے غزوات و سرایا کی کامل فہرست تک نہیں دی ہے اور صرف ان تک اپنے آپ کو  
 محدود رکھا ہے جن کے بارے میں ان کو اپنے مطلب و مقصود کی روایات مل سکیں، یہی وجہ ہے (جو  
 تیسرا دلیل یا شہوت ہے) کہ بعض غزوات و سرایا سے متعلق روایات حدیث کے ان اماموں نے  
 کتاب المغازی، کتاب الجہاد، کتاب السیر یا غزوات و سرایا کے ابواب میں نہیں بیان کی ہیں، بل  
 کہ ان کو دوسرے فقہی ابواب اور شرعی فصول میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ کتاب الطہارۃ، کتاب  
 الصلوۃ، کتاب الزکوۃ، کتاب الحج، جیسے خالص دینی ابواب میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ جس سے ہر  
 حال یہ واضح ہوتا ہے کہ غزوات و سرایا نے نبوی کی تفصیلات، خواہ ان کا تعلق واقعات و احوال سے  
 ہو یا توقیت تعین زمانہ سے، محدثین کرام کے دائرہ عمل سے باہر تھیں کہ وہ امامان سیرت کا خاص فنی  
 دائرہ تھا۔ (۳۳)

### حدیثی توقیت غزوات کا تجزیہ

ہمارے نقطہ نظر کی تائید امام بخاری کے سواد و سرے تقریباً تمام محدثین کرام یا مولفین کتب  
 حدیث کے طرز عمل سے ہوتی ہے کہ انہوں نے توقیت کی کوئی کوشش نہیں کی اور اکادمیک جو تاریخیں  
 ان کی روایات میں درآئی ہیں وہ دراصل راوی اول یعنی صحابی جلیل کی روایت یا حدیث کا حصہ ہیں  
 اور اکثر و پیشتر اس میں موجود کسی فقہی حکم یاد یعنی مسئلے کی وضاحت کی خاطر بطور دیباچہ آئی ہیں۔  
 جیسے فتح کمک کے مسئلے میں حضرت ابن عباس کی روایت میں رمضان کا ذکر کروہ روایت یہ واضح کرنا  
 چاہتی ہے کہ دور ان سفر رمضان کا روزہ رکھنا لازمی نہیں، اور بہتر طریقہ یا سنت نبوی یہ ہے کہ افطار  
 کرے اور بعد میں اس کی قضا کرے۔ (۳۵)

اب مسئلہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے ابواب کی عبارت میں بعض غزوات و سرایا کی توقیت  
 کرنے کی کوشش کیوں کی ہے، اس ضمن میں سب سے اہم بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ امام موصوف  
 نے بالعموم ان غزوات و سرایا کی توقیت کی ہے جن کے بارے میں کسی قسم کا بہام یا اختلاف پایا جاتا  
 ہے۔ ہم نے ان کی توقیت کی جو درجہ بندی کی ہے اس کے مذکور یہ کہا جا سکتا ہے کہ تینوں طبقات  
 میں امام موصوف کا بھی نقطہ نظر تھا، چنانچہ ایک آدھ جگہ کے سوا تمام غزوات و سرایا میں و مختص  
 آرایا اقوال کا ذکر پایا جاتا ہے، مثلاً بوعالغیر میں زہری اور عروہ کا اختلاف ابن اسحاق سے دکھایا

تحقیقات حدیث۔ ۴۲) ۸۹ توقیت غزوات کا ایک تجزیہ  
گیا ہے قتل ابی رافع میں تمام مورخین سے زہری کا اختلاف موجود ہے۔ رجیع و معونہ کی تاریخ خاص ابن اسحاق کے حوالے سے پیش کی ہے کہ بعض روایات دوسرا زمانہ بتاتی ہیں۔ خدق اور طائف میں موسیٰ بن عقبہ کی تاریخیں وی ہیں جو اختلافی ہیں، مریمیع کے بیان میں ابن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ دونوں کی اختلافی تاریخیں نقل کی ہیں اسی طرح ذات القرد اور ذات الرقاع کی تاریخیں اگرچہ کسی امام فن کے حوالہ سے نقل نہیں کی گئی ہیں لیکن وہ مورخین کے اختلاف ہی کو ظاہر کرنے کے لئے نقل کی گئی ہیں ان تمام غزوات و سرایا کی توقیت میں جو نکتہ سب سے اہم نظر آتا ہے وہ یہی ہے کہ امام موصوف مختلف سیرت نگاروں اور توقیت نویسوں کی آراء اقوال نقل کرنا چاہتے ہیں اور ان کا مقصد کسی کو ترجیح دینا یا کسی کی تردید کرنا نہیں ہے۔ (۳۶)

### توقیت غزوات حدیثی نہیں سیرتی ہے۔

بخاری توقیت غزوات و سرایا سے یہ تبجہ نکالتا صحیح نہیں کہ وہ امام موصوف یا محدثین کرام کی رائے گرامی بھی تھی۔ کیوں کہ جو کچھ اس باب خاص میں کہا گیا ہے وہ امامان حدیث کی روایت و رائے نہیں ہے بل کہ تاریخ نگاروں کے اقوال کی روایت ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی شہادت یہ ہے کہ امام بخاری نے کسی جگہ ان کی توقیت کے بارے میں اپنی رائے نہیں دی ہے اور اس سے بڑی واقعیتی شہادت یہ ہے جتنی اور جیسی کچھ تاریخیں ان غزوات و سرایا کے ضمن میں دی گئی ہیں وہ سب کی سب سیرت کے اماموں خاص کرو مختلف نقاط نظر کے ترجمان مؤلفوں ابن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ، کی بیان کردہ تاریخوں پر مبنی ہیں، یہ وہ فقط ہے جس کی طرف کسی بھی مؤلف یا سیرت نگار نے توجہ نہیں دی ہے۔ (۳۷)

تجزیے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ زیادہ تر تاریخوں یا توقیت کا ذکر کراہن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ اور کہیں کہیں امام زہرہ اور حضرت عروہ بن زبیر کا بھی ذکر خریآ یا ہے بلاشبہ امام زہری فی حدیث میں بھی امام بخاری کے ایک بڑے راوی یا ماذہ ہیں اور یہی معاملہ حضرت عروہ بن زبیر کا ہے لیکن یہاں ان دونوں بزرگوں کا حوالہ پر امام حدیث نہیں دیا گیا ہے بل کہ بہ طور موثقین مغازی دیا گیا ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے اپنی اپنی کتاب المغازی مرتب کی تھی۔ امام بخاری نے ان دونوں سے ممکن ہے فائدہ اٹھایا ہو۔ امام زہری کی کتاب المغازی تواب دست یا باب نہیں لیکن حضرت عروہ بن زبیر کی کتاب المغازی کی ایک روایت، روایت ابوالسود، ہم

## تحقیقات حدیث۔ (۴۲) ۹۰ توقیت غزوہات کا ایک تجزیہ تک پہنچ گئی ہے۔ (۳۹)

ابن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ کے باہمی درج تراہیت اور تقابلی منزلہ و علیمت سے قطع نظر امام بخاری کے حوالوں کا اگر تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف نے زیادہ مقامات پر ابن اسحاق کا حوالہ دیا ہے اور کم احوال میں موسیٰ بن عقبہ۔ واقعی طور سے ابن اسحاق کا حوالہ سات مقامات/غزوہات کے بارے میں ہے جب کہ موسیٰ بن عقبہ کا صرف تین جگہ۔ اگر غزوہاتِ بواط، ابواء میں ابن اسحاق کے حوالوں کو دو والگ الگ غزوہات کے سلسلے میں مانا جائے تو یہ بعد اِحوالہ ان کے ضمن میں نو مقامات تک پہنچ جاتی ہے۔ (۳۹)

### محمد شین کی ترتیب غزوہات و سرایا

توقیت غزوہات و سرایا میں خاص کروار دوسرے تاریخی واقعات میں عام طور سے زمانی ترتیب کی تعمین اور تاریخی تسلیل کی تشخیص کا ایک طریقہ یہ بھی اپنایا جا سکتا ہے اور واقعناً اختیار بھی کیا جاتا ہے کہ اہل قلم نے واقعات و اخبار کو اپنی کتابوں میں کس ترتیب سے پیش کیا ہے، خاص کر ان معاملات و امور میں جہاں واضح تاریخ یا صریح توقیت نہیں کی جاتی۔ محمد شین کرام کی توقیت غزوہات میں بھی اس طریقے کو استعمال کیا گیا ہے، اس نے ضروری معلوم ہوتا ہے کم از کم شنخین بخاری و مسلم کی ترتیب پر ایک نظر ضرور ڈالی جائے، تاکہ بعد میں بحث کی تشقیح میں آسانی اور تجزیہ میں سہولت ہو۔

امام بخاری کی ترتیب غزوہات و سرایا حسب ذیل ہیں جو ان کے ابواب پر مبنی ہے، ۱۔ غزوة العشرہ / العسیرہ، ۲۔ غزوهہ بدر سے متعلق مختلف ابواب، ۳۔ باب غزوهہ بنی النضر، ۴۔ باب قتل کعب بن الاشرف، ۵۔ قتل ابی رافع عبد اللہ بن ابی الحقیق، ۶۔ غزوهہ احد اور اس کے متعلق ابواب، ۷۔ غزوهہ الرجیع و بدر معونة، ۸۔ غزوهہ خندق / احزاب، ۹۔ غزوهہ بنی قریظہ، ۱۰۔ غزوهہ ذات الرقاع، ۱۱۔ غزوهہ بنی المصطفی، ۱۲۔ غزوهہ اتمار، ۱۳۔ باب حدیث الافق، ۱۴۔ غزوهہ الدبیبیہ، ۱۵۔ قصہ / غزوهہ عکل و عرینہ، ۱۶۔ غزوهہ ذات القردہ، ۱۷۔ غزوهہ الخیر اور اس کے متعلقات، ۱۸۔ غزوهہ زید بن حارش، ۱۹۔ عمرۃ القضاۓ، ۲۰۔ غزوهہ مودیہ، ۲۱۔ بعث اسامہ بن زید (رقات جیہنہ)، ۲۲۔ غزوهہ اخونج اور اس کے متعلق ابواب، ۲۳۔ غزوهہ حنین، ۲۴۔ غزوهہ اوطاس، ۲۵۔ غزوهہ طائف، ۲۶۔ سریت بخدر، ۲۷۔ سریت خالد (بنو جذیبہ)، ۲۸۔

تحقیقات حدیث۔ (۲۶) ۹۱ تو قیمت غزوات کا ایک تجزیہ  
 ۲۹۔ سرایا نے علی بن ابی طالب و خالد بن ولید۔ یمن، ۳۰۔ غزوۃ ذوالحجه، ۳۱۔ غزوۃ ذات  
 الملاسل، ۳۲۔ سریہ جریر (یمن)، ۳۳۔ غزوۃ سیف الامر۔ زیر کمان ابو عبیدہ، ۳۴۔ اس کے  
 بعد بعض وفود اور جنۃ اللوادع کے ابواب ہیں، ۳۵۔ باب غزوۃ تبوک اور اس کے متعلقات،  
 ۳۶۔ کسری و قیصر وغیرہ کے نام فرمائیں، ۳۷۔ مرثی وفات نبوی کے ابواب، ۳۸۔ سریہ اسامہ  
 بن زید در مرثی وفات، ۳۹۔ تعداد غزوات جو بخاری کی کتاب المغازی کا آخری باب ہے۔ (۳۰)  
 کتاب الجہاد کے عنوان کے تحت فضل و وجوب و ترغیب جہاد، فضل مجاہدین و شہداء،  
 اطاعت امیر، وقت غارت گری اور دوسرا متعلقہ امور مذکور ہیں (۳۱) پھر ابواب فتح الفتحام کے  
 تحت غیبت متعلق روایات و فصول ہیں (۳۲) اس میں فدیہ امیر، قتل امیر، جاسوس، حربی کے  
 اسلام وغیرہ کے مباحث شامل ہیں اور وہ بھی مختلف غزوات کے حوالے سے پھر ابواب الامان  
 والصلح کی عام سرنخی کے تحت متعدد امور حربی زیر بحث آئے ہیں (۳۳) اگلا باب ابواب اسیق  
 والری کے عنوان سے ہے۔ (۳۴) ابواب صفات انجیل آخری باب /فضل یا حسد ہے جس میں  
 شہسوار، شہسواری اور خیل کی صفات و فضائل کا ذکر خیر ہے۔ (۳۵)

### بخاری ترتیب غزوات کا تجزیہ

مذکورہ بالتفصیل سے یہ ہر حال واضح ہو جاتا ہے کہ امام حدیث نے کتاب المغازی کو  
 دیلی نقطہ نظر سے اور تشرییع پہلو سے بیان کیا ہے، اگرچہ امام بخاری کے ہاں کسی قدر واقعیتی اور  
 ترتیبی اور تاریخی انداز پایا جاتا ہے مگر وہ بھی دراصل دینی اور تشرییعی ہی ہے۔ اس کو عام اہل سیر کی  
 مانند توقیتی اور واقعیتی انداز سمجھنا کسی طرح سے صحیح نہیں۔ اس لئے امام بخاری کی ترتیب غزوات و  
 سرایا سے توقیت کی تحریج بالکل صحیح نہیں۔ ورنہ یا تو مستشرقین کی مانند ہم ان بزرگان کرام پر غلط  
 توقیت نگاری کا الزام دھریں گے یا تاریخی واقعیتی معاملات میں بہل انگاری کا اور یا اپنوں کی  
 طرح ان کی طرف وہ کام منسوب کریں گے جو انہوں نے کئے ہی نہیں اور جو ان کے دائرہ عمل سے  
 خارج تھے۔

اس ضمن میں یہاں صرف دو مثالوں کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، اگرچہ ان پر مفصل  
 بحث آگے آتی ہے۔ حدیث کے مواد غزوات و سرایا کی سیرتی مواد پر ترجیح کے ایک بڑے حامی  
 ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری ہیں۔ جنہوں نے امام بخاری سے خاص کر توقیت کے غزوات میں مددی

تحقیقات حدیث۔ (۲۶) توقیت غزوات کا ایک تجزیہ ۹۲

ہے۔ لیکن ان کی توقیت غزوات نہ صرف ناقص ہے بل کہ امام بخاری کے ساتھ ظلم بھی ہے کہ ان کے بیان کردہ اخبار و روایات کو انہوں نے واقعی ترتیب کچھ لیا ہے دوسرے مستشرق بی ایم جونز ہیں جن کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے کہ وہ بعض غزوات و سرایا میں امام بخاری کی توقیت سے خاص کر کہیں کہیں غزوات کی ترتیب بخاری سے اسچھا دکرتے ہیں، جب کہ خوب جانتے ہیں کہ وہ ترتیب توقیت یا تاریخی نہیں ہے۔

امام بخاری نے غزوات و سرایا کو جس ترتیب سے اپنے ابواب میں باندھا ہے اس پر ایک نظر ڈالنے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ زمانی ترتیب اور تقویٰ تسلیل کے مطابق نہیں ہے، چند اہم مثالوں سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ امام بخاری کی کتاب المغازی میں غزوات احمد و رجح و بیر معونہ کے بعد آٹھواں شمار جنگ / خدق یا احزاب کا ہے جس کے بعد غزوہ بنی تریظہ ہے جو زمانی ترتیب کے مطابق نہ ہے، لیکن اس کے بعد غزوہ ذات الرقاع کو دسویں نمبر پر بیان کیا ہے حال آں کہ اس کی تاریخ و قوع کے مطابق ان کی روایت ہے وہ خبر کے بعد ہوا تھا اور وہ خبر کتاب المغازی بخاری میں سترہ نمبر پر آیا ہے، اسی طرح وہ غزوہ مریض / بنی المصطلق کو غزوہ ذات الرقاع کے بعد گیارہویں نمبر پر لاتے ہیں، اور باب حدیث الا فک کو غزوہ انمار کے بعد، جب کہ اسے پہلے ہونا چاہیے تھا سرایا کا مقابلہ تو غزوات سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ ان میں کوئی ترتیب زمانی نہیں ہے مثلاً غزوہ ذات اللائل کو غزوات فتح کہ وحشین کے بعد التیسویں نمبر پر بیان کیا گیا ہے۔ اس تجزیے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ امام بخاری نے اپنی کتاب المغازی میں غزوات و سرایا کو زمانی ترتیب سے نہیں بیان کیا ہے، جیسا کہ اہل سیر کا طریقہ و قاعدہ ہے اور جہاں کہیں ایسی ترتیب آگئی ہے وہ محض غیر ارادی ہے، مقصود نہیں کہ ترتیب واقعات محمد بن شین کرام کے ہاں لازمی نہیں ہوتی سوائے، ان مقامات کے جہاں شرعی و فقہی صورت کی تعینی ہی ترتیب زمانی پر مختصر ہو۔

### صحیح مسلم کی ترتیب غزوات

امام بخاری کے برعکس امام مسلم کے ابواب اور ان کے مندرجات کے ساتھ ان کی ترتیب بھی دینی اور قانونی نظر اور شرعی پہلو رکھتی ہے، اس لئے ان کی ترتیب غزوات بالکل مختلف ہے بل کہ کہا جاسکتا ہے کہ ترتیب زمانی کی روایت ان کا مقصود ہی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب

تحقیقات حدیث۔ (۲۴) ۹۳ توقیت غزوہات کا ایک تجزیہ  
اجہاد والسریر کی پہلی حدیث اور باب کا تعلق غزوہ بنی مصطفیٰ کے ایک اہم مسئلے سے ہے۔ ان کے ہاں غزوہات و سرایا کی ترتیب سے متعلق جو مواد جس انداز سے آیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

ازباب میں بدعا / دعائے نبوی، غزوہ احمد میں دعائے نبوی، بعض مغمازی میں مقتول عورت پر تاسف نبوی، غزوہ بنو الفیر میں قطع غسل نزول آیات انفال (بدر)، سریہ نجد، حنین میں مسلم ہزیست، بدر میں قتل ابوجہل، سریہ خالد، غزوہ موتی، غزوہ ہوازن (سلمہ بن الکوع کی شجاعت اور لقاء نبوی کی واپسی)، سریہ ابو بکر/فرارہ، اموال بنی النصر فی تھے (صدقات نبوی کے معاملات خبر فدک وغیرہ) غزوہ بدر اور امداد ملائکہ، سریہ زید (شامہ بن اثال کی قید)، اجلاء یہود بحاجز کے تحت بنو دقیع، بنو النصر اور بنو قریظہ، بنو قریظہ کا قتل، ازباب سے واپسی پر غزوہ قریظہ کے لئے روانگی، غزوہ خیبر کے بعد اموال انصار کی واپسی از مہاجرین، قریظہ و نصیر کے اموال نبوی، غزوہ خیبر کا تلہی، صلح حدیبیہ کے پس منظر میں ہر قل اور حضرت ابوسفیان کی گفتگو اور قیصر و کسری کے نام فرمائیں رسول ﷺ، باب غزوہ حنین (مسلم ہزیست اور نبوی صلابت)، غزوہ الطائف (حاصرے کے بعد مسلم و واپسی) باب غزوہ بدر (صحابہ کرام بالخصوص انصار کا مشورہ)، باب فتح مکہ، باب صلح الحدیبیہ، غزوہ بدر میں بعض صحابہ کی عدم شرکت کی وجہ، باب غزوہ الاحزاب، باب غزوہ احمد، بدر میں موزیوں کے قتل کی بشارت، مقتولین بدر، واقعہ بدر سے قبل کا واقعہ، عیادت نبوی، باب قتل ابی جہل، باب قتل کعب بن الاشرف، باب غزوہ خیبر، باب غزوہ الاحزاب / خندق، باب غزوہ ذی قرد، قتل مرحب در غزوہ خیبر، غزوہ فتح مکہ کے واقعات، باب عدو غزوہات، باب غزوہ ذات الرقاع، غزوہ بدر میں مشرک کی امداد سے انکار نبوی۔ یہ باب کتاب اجہاد والسریر کا آخری باب ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ امام مسلم نے غزوہات کا ذکر کرتے ترتیب زمانی کے مطابق نہیں کیا اور یہی حال دوسرے اماموں کا ہے۔ منذر احمد بن حنبل کی ترتیب ساعتی، الفتح الربانی میں کتاب الجہاد کے تحت جو ابواب و فصول قائم کئے گئے ہیں ان کا بھی انداز دینی اور تشریعی ہے۔ (۲۵)

خاتمه کلام

اگرچہ یہ بات اہم ہے اور غالباً بہت سے اذہان پر شاق بھی گزرے گی، تاہم ایک حقیقت سلمہ ہے کہ حدیثی روایات کی بنیاد پر غزوہات و سرایا نبوی کی تاریخ لکھی جاسکتی ہے، نہ ان کی

## تحقیقات حدیث۔ (۲) توقیت غزوہات کا ایک تجزیہ ۹۳

توقیت کی جاسکتی ہے۔ اس موضوع سیرت کے کامل فہم و افہام کے لئے سیرت نگاروں کی روایات سے استفادہ کرنا ہی لازمی نہیں، بل کہ ان کے اتفاق و اجماع کو ترجیح دینا ضروری ہے۔ سوائے اس کے کہ، ہم تمام غزوہات و سرایا کی بجائے صرف ان مغازی بنوی کے ذکر و میان پر اکتفا کر لیں، جو محدثین کرام کی روایات میں موجود ہے۔ اس طرح ہم سیرت بنوی کے ایک بہت بڑے ذخیرے سے محروم ہو جائیں گے۔

اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ محدثین کرام نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ غزوہات و سرایا کی مکمل تفصیلات اپنی کتاب المغازی یا کتاب الجہاد میں دے رہے ہیں۔ ان کا مخصوص میدان اور تخصص کا شعبہ صحیح احادیث کا انتخاب اور ان سے اتنباط مسائل ہے۔ وہ تو یہ بھی دعویٰ نہیں کرتے اور نہ ان کے معتقدین و شارحین کرتے ہیں کہ تمام صحیح احادیث ان کی کسی کتاب میں موجود ہیں۔ وہ تو اپنے شروط پر صحیح احادیث کا ایک منتخب مجموعہ پیش فرماتے ہیں۔

یہ حقیقت بھی مسلم ہو چکی ہے کہ محدثین کرام نے احادیث کا انتخاب فتحی، تشریعی یاد ہی نظرے کیا تھا۔ ایک لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ کتب حدیث اپنے مواد، مقصد اور طریقے کے لحاظ سے کتب فتنہ ہیں جو امامان فقہ و رائے کے متوازی حدیثی نظرے نظر کی ترجیحی کرتی ہیں، اگرچہ وہ اسی کے دو شرط پر دو شرط احادیث بنوی، اقوال و آثار صحابہ کرام اور آراء فکار علماء بھی پیش کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا مقصود و مطلوب صرف معلومات فرما ہم کرنا نہیں ہے۔ اور پھر ان کا ایک مخصوص میدان ہے، جو ارباب سیرت اور سیرت نگاروں کے میادین تخصص سے الگ ہے، لہذا وہ سیرت بنوی کا ایک مأخذ تو ہیں لیکن کامل مأخذ یا سیرتی مصادر نہیں ہیں۔ اسی بنا پر ان میں غزوہات و سرایا کا بیان کامل نہیں ملتا، اور بعض کے علاوہ اکثر کتب حدیث میں یہ باب ہی ندارد ہے۔ جب محدثین کرام نے غزوہات و سرایا کا احاطہ ہی نہیں کیا تو یہ موقع رکھنی عبث ہے کہ انہوں نے ان کی توقیت بھی کی ہوگی۔ ہمارے اس دعوے کی شہادت بیشتر محدثین کرام بل کہ ان کی غالب و محترم اکثریت دیتی ہے۔ توقیت کا جزوی عمل صحیح بخاری میں ملتا ہے اور دوسرا کتب حدیث میں اس سے بھی کم تر اور اکثریت کے ہاں صفر کے برابر۔ لہذا یہ دوسری شہادت یہ ہے کہ توقیت غزوہات و سرایا ان کے منصوبہ اور طریقے میں شامل ہی نہیں تھی۔ تیسرا اہم شہادت یہ ہے کہ امام جلیل بخاری رحمہ اللہ نے بھی غزوہات و سرایا کو ان کی تاریخی ترتیب و واقعاتی تسلیل کے مطابق اپنی کتاب صحیح میں نہیں بیان

تحقیقات حدیث۔ ۲) تو قیت غزوات کا ایک تجزیہ ۹۵

اب یہ مسئلہ رہ جاتا ہے کہ امام بخاری نے اور ان کی پیروی میں امام مسلم وغیرہ نے جو بعض غزوات و سرایا کی تو قیت کی ہے اس کی نوعیت کیا ہے۔ ہماری مفصل بحث سے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ امامان حدیث نے جو تاریخیں بیان کی ہیں وہ ان کی اپنی نہیں ہیں، بل کہ وہ ان کے روائۃ کی بیان کردہ ہیں یا اصحاب سیر کی تاریخیں ہیں۔ امام بخاری اور ان کے ہم نو اور ہم فن علمان روايات کو صرف نقل کرتے ہیں۔ وہ ان کو نہ قبول کرتے ہیں اور نہ مسترد کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بعض غزوات و سرایا نئے ضمن میں صرف ایک روایت و تاریخ نقل کرتے ہیں جو متفقہ ہوتی ہے۔ کبھی کبھی وہ کافی مختلف فیہ اور متاز عد تاریخ بھی دیتے ہیں، جیسے کہ ابن اسحاق و موسیٰ بن عقبہ کے حوالے سے انہوں نے غزوات مرسیع و خندق کے باب میں کیا ہے۔ وہ ان میں سے کسی روایت یا تاریخ کو قبول و مسترد نہیں کرتے، بل کہ اصحاب رائے و سیر کی آراء نقل کرتے ہیں۔ ان کے ابو اب کے تراجم، مباحث اور دوسرے قرائن سے کسی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ ابن اسحاق کو ترجیح دیتے ہیں یا موسیٰ بن عقبہ کو۔ اس کا آخری نتیجہ یہ لکھتا ہے کہ تو قیت غزوات و سرایا کی جو بھی مثالیں بخاری مسلم وغیرہ میں ملتی ہیں وہ اصحاب روایت یا ابوبکر مغازی کی بیان کردہ تاریخیں ہیں، جن سے امامان حدیث کو صرف نقل کرنے کے علاوہ کچھ اور سروکار نہیں۔ ورنہ ان پر اضافہ بیانی کا الزام آئے گا جو ان کے شارحوں اور مدارجوں کا کام ہو گا نہ کہ ان حلیل القدر ہستیوں کا۔ یہ معاملہ بالکل اسی طرح ہے، جس طرح غزوات و سرایا کی تعداد میں محمد بنین کرام کی اپنی روایات کا اختلاف نظر آتا ہے، انہوں نے شریک غزوات صحابہ کرام کی آراء و تجربات نقل کئے ہیں جو ان کی شرکت کی بنیاد پر مبنی ہیں۔

شارحین حدیث بالخصوص امام ابن حجر عسقلانی، علامہ قطلانی نے یہ گرد بھی کھول دی ہے کہ صحیح بخاری میں موسیٰ بن عقبہ کی طرف منسوب بعض تاریخیں بالخصوص غزوہ مرسیع کی شوال ۶ھ کی تاریخ صحیح انتساب نہیں مل کہ بقول ابن حجر وہ سبقت قلم ہے کہ مغازی موسیٰ بن عقبہ کے بعض دوسرے نسخوں سے واضح ہوتا ہے کہ ان میں شوال ۵ھ کی یعنی تاریخ موجود ہے کسی غلطی یا غلط فہمی سے وہ صحیح بخاری میں ۶ھ ثابت ہو گئی ہے۔ اس کی توجیہ شارحین بخاری نے واضح طور سے کی ہے۔ یہی توجیہ دوسرے ابواب و مباحث میں بھی صحیح ثابت ہوتی ہے کہ دوسرے غزوات و سرایا کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔

لیکن جہاں دو صاحبان سیرت و قلم کا ران مغازی کی اختلافی تاریخیں مذکور ہیں، وہاں

تحقیقات حدیث۔ (۲۴) ۹۶ توقیت غزوہات کا ایک تجزیہ  
 اصول ترجیح عمل میں لایا جائے گا اور وہ ارباب سیر کا اصول ترجیح ہو گا کہ اختلاف ان کا ہے نہ کہ  
 محمد شین کرام کا۔ مثلاً ابن اسحاق و موسیٰ بن عقبہ کی اختلافی تاریخیں۔ ان کو طے کرنے کے لئے جو  
 اصول حافظ ابن حجر، علامہ قسطلانی اور حافظ مغلفطائی وغیرہ نے مستبط کیا ہے وہ علمائے سیرت و  
 مغازی کے اتفاق و اجماع یا جمہور کے نقطہ نظر کا ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ جہاں اہل سیر  
 متفق ہیں وہاں ان کا اجماع واجب العمل وقابل اتباع ہو گا۔ اختلاف اہل مغازی کی صورت میں  
 جمہور کا مسلک قابل عمل ہو گا اور اس سے اختلاف ای صورت میں ممکن العمل اور قبل قول ہو گا،  
 جب شواہد و حقائق سے جمہوری نقطہ نظر کو غلط ثابت کر دیا جائے۔ یہاں یہ بات پھر دہرائی جائے  
 کہ ارباب سیر کے اختلافی نقطہ نظر میں کسی کو کسی پر ترجیح دینے سے محمد شین کرام سے اختلاف کا  
 سوال نہیں اٹھتا کہ وہ ان کا نقطہ نظر ہی نہیں۔

ان ہی اسباب و عوامل اور وجہ و نظری کی بنا پر شارحین حدیث نے بالعلوم اصحاب سیر کی  
 تاریخوں اور روایتوں سے بحث بھی کی ہے، ان سے استناد بھی کیا ہے اور ان کو ترجیح بھی دی ہے۔  
 حتیٰ کہ ان میں سے تقریباً سب ہی نے واقعی جیسے مغازی نگار اور سیرت نویس کی روایات کو فلک  
 کیا ہے اور استناد بھی کیا ہے۔ حال آں کہ بالعموم ان کو مطعون کیا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ اس طعن کے  
 متعلق نہیں ہیں۔ ان کا اور دوسرے اہل سیر کے مقام و مرتبے کا تین حافظ مغلفطائی کے مقرر کردہ  
 اصول کی روشنی میں کرنا چاہیے کہ ارباب سیر ماہرین فن سیرت اور مخصوصین مغازی تھے، لہذا ان  
 کے اجماع و اتفاق کو ان کے شخص و مہارت کے سبب ترجیح حاصل ہو گئی۔ جیسا کہ فن حدیث میں  
 امامان حدیث کو اور فن تفسیر میں ماہرین تفسیر کو یادب و لافت میں ان کے ماہرین کو حاصل ہوتی ہے۔  
 ۶۔ توقیت غزوہات و سرایا کے باب میں محمد شین کرام کی روایات کا جو تجزیہ کیا گیا ہے۔ وہ  
 روایت و درایت دونوں کے اصولوں پر مبنی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے بہت سے دوسرے اطراف و  
 جوانب اور ضمنی مباحث ہیں خاص کر محمد شین کرام کا نقطہ نظر ثابت کرنے والوں کے۔ ان سے  
 زیادہ تعریض یہاں نہیں کیا گیا کہ وہ محمد شین کرام کے دلائل و برائیں اور مباحث نہیں ہیں بل کہ ان  
 کے غالی عقیدت مندوں کے ہیں۔

## تعلیقات و حواشی

۱۔ شبلی نعماں، سیرت ابنی، عظیم گڑھ ۱۹۸۳ھ، اول ص ۸۲ میں جامع علامہ سید سلیمان ندوی نے مصنف  
 موسوعہ فهارس مجلات علمیہ | دینی رشتائیں و جرائد کا جامع اشاعتیہ

تحقیقات حدیث۔ ۹۷

گرامی کی بحث مراجع کے اخیر میں جو اصول مستحب کئے ہیں ان میں تیسرا یہ ہے۔ سیرت کی روایتیں ہے اعتبار پا یہ صحت، احادیث کی روایتوں سے فروتنہ ہیں اس لئے بصورت اختلاف احادیث کی روایت کو ہمیشہ ترجیح دی جائے گی۔

حمد ادریس کا نذر حلولی، سیرۃ المصطفیٰ، دارالکتاب دیوبند (غیر مورخ) اول ص ۳ و مابعد میں اگرچہ دونوں قسم کے اہل قلم میں تقابل نہیں کیا ہے گران کا مطلب بھی وہی ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں۔ جن محمد شین نے اپنی کتاب میں صحت کا التزام کیا انہوں نے ہر قسم کی حد شون کو خواہ احکام کی ہوں یا مجازی اور مناقب کی سب کو صحیح طور سے جمع کیا جیسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور صحیح ابن خزیس اور متفقی ابن جارود اور صحیح ابن حبان۔ ان کتابوں میں سیرت اور مناقب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے اور سب صحیح ہے۔

سعید احمد اکبر آبادی، عثمان ذوالنورین، ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۸۳ء، ج ۵۳۔ دوسرے اصول یہ ہونا چاہیے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیح کی روشنی میں آں حضرت ﷺ اور صحابہ کرام خصوصاً عشرہ بشرہ اور خلافائے راشدین کی جو شخصیت ابھرتی ہے اگر کسی تاریخی روایت میں کوئی بات اس کے خلاف ہوگی تو وہ ہرگز قبل قبول نہ ہوگی۔

اکرم ضیاء الغری، السیرۃ النبویۃ الصحیحة، مرکز بحوث السنّۃ والسیرۃ قطر ۱۹۹۱ء، اس کی اہم ترین مثالیں کہ انہوں نے اپنی صراحت کے مطابق سیرت نبوی کی روایات کے لفظ میں محمد شین کرام کے قواعد کی تقطیق کی کوشش کی ہے اور حدیثی مستند روایات پر پوری سیرت لکھی ہے۔ مسعود احمد، صحیح تاریخ الاسلام والملیئین، نئی دہلی ۱۹۸۱ء نے یہی نقطہ نظر اپنایا ہے اور شروع میں حدیثی و سیرتی روایات کے اختلاف پر مشتمل ایک جدول دی ہے جس میں سیرتی مأخذ پر حدیثی روایات کو ترجیح دی ہے۔

۲۔ اس طبقے میں زیادہ تر ملوفین سیرت شامل ہیں۔ حتیٰ کہ ان میں سے بھی پیشہ اہل قلم جو نظریاتی طور سے حدیثی روایات کو سیرتی روایات پر ترجیح دیتے ہیں، لیکن علاوہ بھی سیرت کے مراجع پر زیادہ اعتماد کرنے کے سبب پیشتر مقامات پر حدیث کی روایات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ شیلی نعمانی، اور لیں کاندھلوی کے علاوہ اکرم ضیاء الغری نے قدم قدم پر ایسا کیا ہے۔ البتہ اسے اپنی تاویلات و توجیہات سے یا عملاً سلف کے اقوال و آثار کی مدد سے حدیث کے مطابق بنادیا ہے۔

۳۔ قدیم سیرت نگاروں میں نادر مثال حافظ مغلطاً کی ہے جو اختلاف روایات اور تصادم اخبار کی صورت میں کئی جگہ امام بخاری جیسے عقری محدث کی روایات سے بھی اختلاف کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو حافظ علاء الدین مغلطاً ہن قیچ کتاب سیرۃ مغلطاً، مطبعة العقادہ مصر ۱۳۲۶ھ، ۵۲۔ ۵۳ جو غزوہ ذات الرقان کے باب میں امام بخاری کی توقیت اور اس کی دلیل بیان کر کے کہتے ہیں کہ

## تحقیقات حدیث۔ (۲۴) توقیت غزوہات کا ایک تجزیہ

اہل سیر کے اجماع کے سبب اس کی صحت میں کلام دشہ ہے۔

۳۔ شبی نعمانی، اور لیں کاندھلوی اور بعض دوسرے اہل قلم نے اپنی اپنی سیرتی تصانیف میں ان دونوں نوع کی روایات کا کہیں کہیں جو حقائیقی مطالعہ کیا ہے وہ محدود مسخن ہونے کے باوجود صرف جزوی حل پیش کرتا ہے اور وہ بھی ناقص طور سے۔ اصل مسئلہ ان روایات کی کلی تتفق اور کامل تجزیے سے حل ہو سکتا ہے۔

۴۔ ابن اسحاق، لائف آف محمد (انگریزی ترجمہ)، الفرید گیوم، لندن ۱۹۵۵ء، واقدی، کتاب المغازی، مارسٹن جونس، آکسفورڈ ۱۹۶۰ء۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت ۱۹۵۷ء۔ بلاذری، انساب الاشراف، مرتبہ محمد حمید اللہ قاهرہ ۱۹۵۹ء، یعقوبی، تاریخ الیعقوبی، دار صادر بیروت ۱۹۶۰ء دوم، طبری تاریخ ارسلانلوک، مرتبہ محمدی الدین عبدالحمید، قاهرہ ۱۹۶۰ء۔ متعلقہ مباحث، نیز ملاحظہ ہو خاک سار کی کتاب عہد نبوی میں تنظیم ریاست حکومت، القاضی پبلشرز، نیز دہلی ۱۹۸۷ء کے ضمیمے متعلق بر امراء سرا یاد غزوہات نیز باب سوم۔ آربی سرجنت (R.B. Sergent) الفرید گیوم کا ترجمہ

bsoas ۱۹۵۸ء (۱۲)

۵۔ بخاری، الجامع لحسن، کتاب المغازی، مطبوع مصطفیٰ البابی الحنفی قاهرہ ۱۳۷۵ھ۔ ابن حجر، فتح الباری، دار العلم للعرف، بیروت۔ علامہ قسطلانی، ارشادالساری مطبعة امیریہ، بولاقدش ۱۳۲۳ء جلد ششم ص ۲۳۰۔ مسلم الجامع الحسن، کتاب الجہاد سیر، مطبوع دیوبند غیر مورخ نیز ارشادالبخاری کے حاشیے پر متن صحیح مسلم مع شرح نوی موجود ہے۔ ابواؤد، سنن، ترمذی، سنن وغیرہ دوسری کتب حدیث کہیں ملاحظہ ہوں۔

۶۔ ملاحظہ ہو اور لیں کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ، اول ص ۸۔ و مابعد نیز خاک سار کا مضمون، اسلامی تاریخ نگاری کے مسائل اور ان کا حل، مجلہ علوم اسلامیہ شعبہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

۷۔ مغالطہ ای، سیرۃ، ص ۷۔ ۳۰ نے تقریباً ہر سیرے/غزوے کے بارے میں اہل سیر کے اختلاف کا ذکر کیا ہے اور صحیح روایت کو ترجیح دی ہے جو ان کے نزدیک صحیح ثابت ہوتی ہے۔ ابن اسحاق اور واقدی کے علاوہ دوسرے اہل سیر نے بھی اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ جدید تجزیے کے لئے ملاحظہ ہو۔ جے ابھی

The Chronology of Maghazi A Texual Survey (J.M.B Jones)

۸۔ عزیز گرامی محمد جشید ندوی سلسلہ اللہ تعالیٰ ریس رج اسکال رشیعہ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اپنے تحقیقی مقالے کے لئے موسیٰ بن عقبہ کی روایات جمع کر رہے ہیں، جن کی تدوین و تحقیق وہ بعد میں کریں گے۔ اس مطالعے میں موسیٰ بن عقبہ کی روایات ان ہی کی فراہم کر دیں اور اس کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہیں۔ مجلد ہی وہ غزوہات و سر ایامے نبوی کی توقیت این عقبہ پر ایک مضمون لکھیں گے۔

## تحقیقات حدیث۔ ۴۲) توقیت غزوہ اس کا ایک تجزیہ

۱۰۔ بخاری، کتاب المغازی کے مختلف ابواب ہیں جن کا ذکر آگئے آتا ہے۔ مگر آئندہ حوالے میں اختصار کی خاطر کتاب کتاب المغازی کا ذکر نہ آئے گا، صرف باب کا ہوگا۔ اور جب تک تصریح نہ کی جائے وہ کتاب المغازی ہی کا باب ہوگا۔

۱۱۔ مسلم، الباجع لاصح، کتاب الجہاد والسریر کا رنگ و آہنگ ابواب صحیح بخاری کے برخلاف یقیہ صحاح ارجعہ سنن اربعہ کی مانند ہے کہ وہ واقعات سے زیادہ دینی نظر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ پھر ابواب کی تعمیں امام مسلم کی اپنی نہیں ہے، بل کہ ان کے شارح امام نووی کی ہے۔

۱۲۔ باب قتل الی رافع عبداللہ بن الی الحقیق امام بخاری نے باب ہی کی عبارت میں ابو رافع کے نام پر دوسری روایت کا ذکر کر، بقال، (کہا جاتا ہے) سے کیا ہے کہ اس کا نام سلام بن الی الحقیق تھا۔ اور وہ خبر میں تھا پھر غزوہ کی دوسری روایت کے مطابق منزل (بقال) کے ذریعے ارض جاز کا ایک قلعہ بتایا ہے۔ گویا کہ امام موصوف کے نزد یک عبداللہ نام راجح اور سلام مر جوں تھا جس طرح خیر راجح اور ارض جاز کا قلعہ مر جوں تھا۔ ابن حجر، ہفت قم ص ۳۲۸ نے مختلف تاریخوں کا ذکر کیا ہے۔ ابن سعد کی روایت کہ وہ رمضان ۶ھ میں واقع ہوا ”قال“ کے لفظ سے نقل کی ہے بقیہ ۵، ۲۳، ۳۷ھ اور ۳۷ تین روایات، قیل،، (کہا گیا) کے لفظ علامت سے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ موخرالذکر علامت مر جوں روایت کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

۱۳۔ بخاری، باب غزوۃ ذات الرقاع، ابن حجر، ہفت قم ص ۳۲۶ نے توقیت غزوہ پر جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری کا میلان یہ ہے کہ وہ اسے خبر کا واقعہ مانتے ہیں اس کے باوجود اس کا ذکر خیر سے قبل کیا ہے، مجھے نہیں معلوم کہ اس سے یہ مرادی جا سکتی ہے کہ انہوں نے اصحاب مغازی کی تاریخ جو اسے قبل خیر بتاتی ہے قبول کر لی تھی یا وہ ان کے روایہ کا خیال ہے، یا اس احتمال کی طرف اشارہ ہے کہ ذات الرقاع نامی دوغروے ہوئے تھے، جیسا کہ بیہقی نے اشارہ کیا ہے۔ بہ اسہ الی مغازی کا اتفاق ہے کہ وہ خیر سے قبل کا واقعہ ہے، ان میں زمانے کا اختلاف پایا جاتا ہے، ابن احراق نے غزوہ بنی الحضر کے بعد اور خندق سے قبل سن ۲۷ ہجری کی تاریخ بیان کی ہے، ابن حبان اور ابن سعد نے محرم من ۵ ہجری ابو حشر نے بنقریظ و خندق کے بعد ہونے کی تھی تاریخ دی ہے۔

۱۴۔ بخاری، باب غزوۃ ذات الرقدر، امام بخاری نے اس غزوے کی تعریف میں لکھا ہے کہ یہ غزوہ ہے جس میں انہوں (دشمنوں) نے بن مکہ کے اوٹوں (لماج) پر خیر سے تین (ثلاث) پہلے غارت گری یا حملہ کیا تھا۔ اس میں ثلاث کے بعد دوں، ماہ یا سال کی تینیں ہے۔ وہ شارحین بخاری کی فراہم کردہ ہے، ابن حجر، ہفت قم ص ۳۶۰؛ قسطلانی ششم ص ۳۵۸ نے امام قرطبی شارح مسلم کی رائے نقل کی ہے۔ کہ شاید یہ تاریخ کسی روایی کا دوہم ہو نیز ملاحظہ ہو: حافظ مغلطی ص ۵۸، جنہوں نے کہا کہ امام بخاری نے اس کو تین دن قبل خیر ہونا بتایا ہے۔ مسلم میں بھی اسی طرح ہے۔ لیکن اس میں نظر ہے کہ اہل موسوعہ فہارس مجلات علمیہ <sup>دیوبانی</sup> و میراث کا حاجج اشنازی

## تحقیقات حدیث۔ (۲۴) تو قیت غزوہ اس کا ایک تجزیہ

سیر کا ان کے بر عکس اجماع ہے۔

۱۵۔ بخاری، باب غزوۃ الفتح فی رمضان۔ اس باب کی دوسری روایت حضرت ابن عباس کی ہے جس میں رمضان کے ذکر کا اعادہ ہے اور تیسری حدیث جو صحابی موصوف کی دوسری روایت ہے میں روایت کے الفاظ ہیں: خرج فی رمضان و معه عشرة الاف و ذلك على راس ثمان سنین و نصف من مقدمہ المدينة، ابن حجر هشتم ص ۲۷ و ما بعده نے تیسین تاریخ میں معتقد روایات اہل مغازی سے بھی نقل کی ہیں۔ حافظ مغلطائی ص ۲۹ نے فتح مکہ کی تاریخ میں ماہ رمضان کا ذکر کر کے حاکم کی روایت پر مدینے سے روائی کی تاریخ شنبہ ۲ رمضان تاریخ بیان کی ہے۔ پھر کہ مکہ مہ میں قیام نبوی کی مدت کے بارے میں مزید اختلافی تاریخیں نقل کی ہیں۔ امام بخاری نے ایک روایت میں پندرہ دن اور دوسری روایت میں انہیں دن قیام نبوی کی مدت بتائی ہے۔ امام بوداؤ نے سترہ، امام ترمذی نے اٹھارہ دن ہے، اکلیل میں ہے کچھ مدت ضعیع عشرہ ہے۔ نیز ابن حجر هشتم ص ۲۲-۲۱

۱۶۔ بخاری، باب غزوۃ الفتح فی رمضان میں ہی حضرت ابن عباس کی روایت دیگر کے الفاظ ہیں۔ خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان الی حنین و الناس مختلفون فصائم و مفتر، ابن حجر هشتم، ص ۲۷ نے اہل مغازی کی تاریخ کو ترجیح دی ہے اور رمضان میں روائی کی تاریخ کو قبل سے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے دونوں شاریکوں میں تقطیق دینے کی کوشش کی ہے کہ نکلے تو ۲۸ رمضان کو گیریہ ابتدأ تھی اور چھ شوال کو با آخ رواگی ہوئی اور دوں کو حنین پہنچے۔ گویا کہ دونوں شاریکوں میں مصالحت کرادی مگر اس سے اہل سیرت کی تاریخ کی تائید ہوتی ہے۔ نیز قسطلانی، ششم ص ۳۰۱ نے اپنی شرح میں صرف ۶ شوال کی تاریخ روائی نقل کی ہے اور اختلاف سے بحث ہی نہیں کی۔ حافظ مغلطائی کے مطابق حنین کو روائی کی تاریخ کے شوال (لسیع لیال خلوون میں شوال) تھی۔ اور یقاب کے بعد دوسری نقطہ نظر بیان کیا ہے کہ رمضان کی دوران تین ابھی باقی تھیں کہ حنین کی طرف روانہ ہوئے، قول اول کے مطابق حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ قول اول کے مطابق حنین دش شوال کو پہنچے۔

۱۷۔ بخاری (یعنی بن ابی طالب علیہ السلام و خالد بن الولید رضی اللہ عنہما) قیام اللوادع (باب کی عبارت کا قوسیں میں تحریر کیا جانا شہ پیدا کرتا ہے کہ یہ باب امام بخاری کا اپنا قائم کردہ ہے یا کسی اور نے یہ جسارت بے جا کی ہے۔ شبہ کا سبب قوسیں کے استعمال کے علاوہ حضرت علیؓ کے ساتھ علیہ السلام کا لاحقہ بھی ہے جو شمعی نقطہ نظر کی ترجیحی کرتا ہے۔ نیز ابن حجر هشتم ص ۲۰-۲۱ نے اہل مغازی کی تاریخ رجیع الآخرہ نقل کی ہے۔ نیز ص ۲۶-۲۵

۱۸۔ بخاری، باب غزوۃ العشرہ او العسیرہ۔ امام بخاری نے غزوہ کے نام میں کئی اختلافات کا ذکر کیا ہے۔ العسیرہ کا ذکر تو باب ہی میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ روایت میں العسیرہ بھی آیا ہے جس

تحقیقات حدیث۔ ۲۰) تو قیمت غزوہ وات کا ایک تجزیہ

نیز ملا حظہ ہو: ابن حجر عسقلانی۔ فتح الباری، دارالعرفت پیروت (غیر مورخ) ہفتہ ص ۸۲۔ ۲۷۹  
 (کتاب المغازی باب غزوۃ العشیرہ) شارح گرامی کے ابواب اصل کتاب کے مطابق ہیں۔ لہذا  
 اگلے حوالی میں صرف ابن حجر جلد صفحہ کا حوالہ ہو گا۔

۱۹۔ پورا باب ہے: باب غزوۃ لرجیع و دعوی و ذکوان و بنرمعونہ و حدیث عضل والقارۃ  
 و عاصم بن ثابت و خبیب و اصحابہ۔ اس کے بعد قول ابن اسحاق نقل کیا ہے۔ ابن حجر ہفتہ ص  
 ۳۲۹۔ ۳۲۹ نے غزوۃ بن معونہ کی خبر کو غزوۃ احمد کے بعد بیان کرنے کی بات کی ہے۔ (ص ۳۳۱)  
 غزوۃ قرظہ کے لئے کہا ہے کہ اس کا ذکر خندق کے بعد ہو گا۔ (ص ۳۳۲) ابن حجر تو قیمت کے لئے اہل  
 سیر سے بھی برادر مدیلتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہنوقیقائی اور بنو نصیر دونوں کی بہیک وقت جلاوطنی  
 کے خیال کے لئے حاکم پر نقد کرتے ہیں اہل سیر میں سے حافظ مغلطاً نے ان دونوں سرایا/غزوہ وات  
 کا ذکر غزوۃ احمد و حمراء الاسد کے بعد بل کہ سرایائے ابی سلمہ/قطن اور عبد اللہ بن انبیش/سفیان بن غالہ  
 ہندی کے قتل کے بعد کیا ہے نیز ابن حجر ہفتہ (ص ۸۰۔ ۳۲۸) نے واقع رجیع کی تاریخ ابن اسحاق سے  
 اور آخر ۳۴۶ نقل کی ہے اور بنرمعونہ کی اوائل ۴۰۱

۲۰۔ بخاری باب غزوۃ الخندق وہی الاحزاب ابن حجر ہفتہ ص ۱۳۹۳ امام بخاری نے موی بن عقبہ کی تاریخ  
 نقل ضروری ہے لیکن کیا اس کو بقول بھی کیا ہے؟ اس کی وضاحت حافظ مغلطاً نے یوں کی ہے:.....  
 غزوۃ خندق/احزاب کو ابن عقبہ نے شوال سن ۵ هجری میں اور ابن اسحاق نے سن ۵ هجری میں  
 ہوتا قرار دیا ہے۔ اور بخاری نے اس کو غزوۃ ذی الرقائق کے قبل بیان کیا ہے (پیرت مغلطاً  
 ص ۵۶) لیکن ابن حجر نے یہ تشریع کی ہے کہ مصنف (بخاری) کا میلان موی بن عقبہ کی تاریخ کی  
 طرف ہے اور اس کو تقویت باب کی اولین حدیث سے ملتی ہے جس میں حضرت ابن عمر کی بحث  
 ہے۔ مختصر تشریع کے بعد فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی جھٹ نہیں، کیوں کہ یہ ثابت ہے کہ وہ شوال سن  
 ۵ هجری کا واقع ہے۔ یعنی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ احاددا راحزاب کے موقع پر حضرت ابن عمر کی  
 عمر میں دوسال کا فرق ہو کہ اول الذکر کے وقت ان کا چودہ ہواں سال شروع ہوا ہوا اور راحزاب میں  
 پندرہ ہواں پورا کر لیا ہو۔ اس کی تائید میں ابن اسحاق کا قول نقل کیا ہے کہ بد الموعاد احمد کے ایک سال  
 بعد ہوا تھا۔

۲۱۔ بخاری، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب و مخرجہ الی بنی قریظۃ  
 ومحاصرته ایاهم، ابن حجر ہفتہ ص ۱۱۔ ۳۰۸ و مابعد

مغلطاً کے مطابق ابن اسحاق نے ذوالحجہ سن ۵ هجری اور ابن عقبہ نے اس ماض کی کسی تاریخ سن  
 ۳ هجری میں وہ پیش آیا تھا جیسا کہ اوپر غزوۃ خندق کے باب میں دونوں کا اختلاف ملتا ہے۔ ابن حجر  
 نے بھی اس کی تاریخ نہیں دی ہے سوائے اس کے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ کی سات

تحقیقات حدیث۔ (۲۷) توقیت غزوہات کا ایک تجزیہ  
تاریخوں کے باقی ہونے کے دن بوقریطہ کے لئے نکلے تھے۔ اس میں کاذکر نہیں۔ البس اس سے  
اندازہ ہوتا ہے کہ اہل سیر کی تاریخ سن ۵ ہجری قبول کی ہے۔ نیز ص ۳۱۷ جہاں اہن جگرنے یہ بیان  
دیا ہے کہ جیسا ذکر گذر چکا غزوہ قریطہ ذوالقعدہ سن ۵ ہجری ہوا تھا۔

۲۲۔ بخاری، باب غزوہ بنی المصطلق من خزانۃ وہی غزوۃ المریسیع۔ اس کے بعد دونوں  
اوائل کاذکر کے باب ہی میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ عمان بن راشد کی روایت از زہری کے مقابل  
اکہ کا تعلق غزوہ مریسیع سے ہی ہے، اہن ہجری، ہشتم ص ۳۲۸۔ مذکورہ بالادنوں اہل سیر کی تواریخ  
بیان کرنے کے بعد ان کی تصریح کی ہے لیکن ایک اہم بات یہ ہے کہ امام بخاری نے موسیٰ بن عقبہ کی  
تاریخ لکھتے وقت میقت قلم سے سن ۵ ہجری کی جگہ سن ۲ ہجری لکھ دیا ہے، کیوں کہ اہن عقبہ کی مغازی  
میں محدود روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سن ۵ ہجری کا واقعہ ہے اور اس کی تائید میں بہت سے دلائل  
روایات نقل کی ہیں۔ نیز ارشاد الساری ششم ص ۳۳۶ نے بھی امام بخاری کی میقت قلم کا اشارہ۔  
دیا ہے (فاعلہ میقت قلم) یعنی، دلائل النبوة، جلد بیغم ص ۲۶۲۔ ۳۲۸ نے غزوہات و سریا کی فہرست موسیٰ  
بن عقبہ کی نقل کی ہے تین سنوں میمت جوزہری پر مشکی ہوتی ہیں اور اس میں سن ۹۵ ہجری ہے۔  
حافظ مختاری ص ۵۶۔ ۵ ہجرا خدق سے قتل اس کو بیان کرنے ہوئے اس کی تاریخ دو شنبہ / شعبان  
سن ۵ ہجری دی ہے۔ مزید لکھا ہے جو بہت اہم ہے کہ بخاری نے کہا ہے وہ سن ۶ ہجری میں ہوا، جب  
کہ ابن عقبہ کے بقول وہ سن ۲ ہجری میں ہوا (شم غزوۃ المریسیع یوم الاشیع للیثین خلماں شعبان سے  
خس و قال بخاری کانت میقت و قال ابن عقبہ کانت میقت اربع) اس روایت سے موسیٰ بن عقبہ کی  
تاریخ کی تغییط نظر آتی ہے، بل کہ ابن اسحاق کی بھی۔

۲۳۔ بخاری، باب غزوۃ الطائف فی شوال سنۃ ثمان قاله موسیٰ بن عقبہ، اہن ہجری، ہشتم ص ۳۲۳۔  
اسی کو جھوڑاں مغازی کا قول تایا ہے اور ذی قعده کی تاریخ شاذ کی ہے۔ حافظ مختاری ص ۳۷۳ نے  
شوال ہی کہا ہے، لیکن آگے چل کر مدینہ منورہ سے آپ ﷺ کی غیر حاضری کی مدت جو فتح کہ شنین  
وطائف وغیرہ کی مدت پر صحیط ہے دو ماہ اور سول دن بتائی ہے لیکن مدینہ واپسی کی قطعی تاریخ نہیں دی۔  
۲۴۔ متن میں اس کے حوالے آپکے ہیں جیسے غزوہ الیوام میں ابن اسحاق کا حوالہ، اور طائف میں میں موسیٰ  
بن عقبہ کا اور غزوہ مریسیع میں دونوں صاحبان مغازی کا ان کے علاوہ بعض جگہ ان دونوں کا حوالہ  
دیا ہے انفرادی طور سے یا اجتماعی لحاظ سے۔

۲۵۔ بخاری، باب حدیث بنی النضیر و مخرج رسول ﷺ اليهم فی دیة الرجلین وما  
اردو امن الغدر برسول الله صلی اللہ علیہ وسلم۔ امازہری کا قول حضرت عروہ سے مقصود  
ہے اور سورہ حشر کی آیت کریمہ ہے: هو الذی ..... لا ول الحشر۔ ابن اسحاق کے بارے میں ان  
کا جملہ ہے: وجعله ابن اسحاق بعلیہم معاونہ واحد۔ حافظ مختاری ص ۵۲ نے اس کی توقیت

تحقیقات حدیث۔ (۲) ۱۰۳ توقیت غزوہات کا ایک تجزیہ

کے بارے میں لکھا ہے کہ غزوہ بنی العفیر ربيع الاول سن ۲ هجری میں ہوا۔ ابن اسحاق نے اس کو بر معونہ کے بعد ہوتا تھا ہے۔ اور امام زہری نے بدر کے چھ ماہ بعد، مغلطانی کے بیان سے امام بخاری کی تاریخ کی تائید بھی ہوتی ہے اور تشریع بھی، نیز ارشاد الساری، ششم ص ۲۸۸۔

۲۶۔ امام بخاری نے غزوہ بنی العفیر کے باب کے تحت جو روایات و احادیث نقل کی ہیں ان میں مذکورہ بالامیت یہودی قبیلوں کی جلاوطنی کا ذکر ہے، مل کر ارشاد مجاز سے تمام یہود مذینہ کے اخراج کا ذکر ہے۔ امام مسلم کی صحیح میں اس کا عنوان /باب ہی/ بھی اخراج ہے: باب اجلاء اليهود من الحجاج

۲۷۔ باب غزوۃ ذات الرقائق، وھی غزوۃ محارب نصفہ من شبیہ من غطفان، فنزل نخلاء، وھی بعد خبر لران اباموی جاء بعد خبر، ابن حجر، فتح مص ۲۷۱ نے معدود تاریخیں دی ہیں اور حکم کیا ہے کہ غزوہ بنی قرظہ کے بعد اس کا موقع صحیح اور حقیقی معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ غزوہ خندق میں صلاحت شروع نہیں ہوئی تھی اور وہ غزوہ ذات الرقائق کی دین ہے، لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ غزوہ خندق کے بعد کا واقعہ ہے۔ نیز ص ۲۱۹ جہاں انہوں نے دوسری تشریع کی ہے۔

۲۸۔ بخاری، باب غزوۃ الخندق وہی الاحزاب۔ حضرت ابن عمر کی روایت کو امام ابو داؤد نے اپنی سُنّت میں فوجی بھرتی کی عربیات کرنے کے لئے نقل کیا ہے ملاحظہ ہو کتاب المحرج والمارۃ والقی، باب محتی بفرض الرجل في المقالة، نیز ملاحظہ ہو: مسعود احمد صحیح تاریخ الاسلام والملمین، ۱۸۔

اکرم ضیاء الغریب ص ۳۱۸ کا خیال و دلیل ہے کہ شوال ۵ حادیث کے دو قولوں میں درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے، کیوں کہ ۲۳ھ کے قائلین تاریخ اسلامی کا شام حرم سے کرتے ہیں جو بھرت کے بعد کا پہلا آغاز سنت تھا اور ربيع الاول تک آنے والے میتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں، لہذا بدران کے زدیک اہم ہوا، احمد ۲۴۰ھ میں اور خندق ۲۴ھ میں۔ اگرچہ سن کا آغاز جمہور علماء کے خلاف ہے۔ لہذا ان دونوں قول میں خاص کرم و حسن کے قول میں کہ جنگ خندق ۵ھ میں ہوئی تھی کوئی اختلاف و تصادم نہیں۔ البته امام ابن حزم کا یہ قول کہ احمد و خندق کے درمیان صرف ایک سال کا فرق تھا شاذ ہے اور انہوں نے حضرت ابن عمر کی مذکورہ بالاحادیث کے ظاہری الفاظ سے دلیل لی ہے لیکن امام یقین، ابین قیم، ذہبی اور ابن حجر نے اس کی وہی تفسیر کی ہے جس کا متن میں حوالہ دیا گیا ہے۔

اکرم ضیاء الغریب کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس طرح نہ تو صرف تمام غزوہات و سریا کی توقیت غلط قرار پائے گی بل کہ تمام دوسرے واقعات بھی غزر بود ہو جائیں گے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ امام بخاری وغیرہ محدثین کرام کی نقل کردہ بعض دوسری مستقیمت تاریخیں بھی تضاد کا شکار ہو جائیں گی۔ مثلاً غزوہ بدر بھرت نبوی کے (حرم سے آغاز سن کرنے والی روایت کے مطابق) اخبارہ ماہ بعد ہوا اور ربيع الاول سے سن کے آغاز کرنے والے نقطہ نظر کے مطابق سولہ ماہ بعد۔ اس طرح وہ دونوں تقویموں میں ۲۴ھ کا واقع ہے۔ بھی صورت دوسرے غزوہات و سریا کی تاریخوں میں بھی جاری ہے کہ ان دونوں تقویموں

تحقیقات حدیث۔ ۱۰۳ توقیت غزوات کا ایک تجزیہ  
میں کل دو ماہ بارہ دن کا فرق پایا جاتا ہے۔ پھر بدرا اور احد کے اہ عاد و ۲۷ھ میں بالترتیب وقوع پذیر ہونے کی کوئی روایت مسلم نہیں تھی۔ یہ مخفی موصوف کا مفروضہ ہے جو تحقیق بلا مرچ کے اثبات کے گھر اگیا ہے۔ خندق و مرج سعی کے علاوہ بیشتر غزوات میں اختلاف کرنے والے راویان گرامی بنزیر سیر سے متفق ہیں جیسے خیر، فتح کے طائف، خشن وغیرہ جب کہ اول تقویٰ نظریہ سے ان کو بقول عمری مختلف ہونا چاہئے تھا۔

۲۹۔ ابن سید الناس (محمد بن عبد اللہ بن سیفی الاعمی میں اشیلی م ۷۴۳ھ) عیون الاضر فی فنون المغازی والمشائل والسریر، مؤسسة عز الدین، بیروت ۱۹۸۶ء اول ص ۱۱، ۳۱۰۔ حافظ موصوف کی یہ روایت ان کی اپنی سند پر مردی ہے جو انھوں نے دی ہے۔ اس کا ساز ازور بھری کی عمر پر ہے نہ کہ توقیت غزوات پر متعدد شارحین حدیث کوبھی یہ سلیم ہے کہ غزوہ خندق میں حضرت ابن عمر کی عمر پندرہ سال پوری ہو چکی تھی۔ ابن حجر، هفتہ مص ۳۹۳، نیز قسطلانی، ششم ص ۳۱۹

۳۰۔ بخاری، باب کم غرا لبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابن حجر، هفتہ مص ۵۳، ۱۵۲۔ باقطلانی ششم ص ۲۳۰ نے امام بخاری کی اویں حدیث مغازی کے ضمن میں تعداد غزوات پر بحث کی ہے اور ابن سعد کی سند پر ان کی تعداد ۲ بتائی ہے اور جن صحابہ کرام نے اس سے کم تعداد بیان کی ہے اس کی توجیہ کی ہے۔

۳۱۔ مسلم، باب عدد غزوات النبي صلی اللہ علیہ وسلم نیز شرح امام نووی میں حضرت زیدی کی مذکورہ بالاروایت کی بنیاد پر اولین غزوہ ذات الصیر یا ذات العشر کو بتایا ہے اور غزوات کی تعداد پر اختلاف کا ذکر کر کے ابن سعد، امام شافعی کا حوالہ بھی دیا ہے، خاص کر فتح کے کے غزوہ میں قتال ہونے سے متعلق امام شافعی وغیرہ کا خیال ہے کہ فتح کم صلح کی بنیاد پر حاصل ہوئی تھی لہذا وہ غزوات قتال میں شامل نہیں اس لئے صرف آٹھ میں قتال ہوا، لیکن جن اہل قلم نے اس کو بزرد شمشیر فتح قرار دیا ہے وہ قتال والے غزوات میں اس کو شامل کرتے ہیں اور ایسے غزوات کی تعداد بتاتے ہیں۔

۳۲۔ ترمذی، ابواب الجہاد، باب ماجاء فی غزوات النبي صلی الله علیہ وسلم کم غزی، معہ شرح تحفۃ الاحوڑی، مولانا عبد الرحمن مبارک پوری، جید بر قی پریس دہلی، سوم ۲۳-۲۲ نے مختلف اہل مغازی نے تعداد غزوات و سرایا بھی بیان کی ہے۔

امام ابو داؤد نے کتاب الجہاد، کتاب الحجراج والمارۃ والقی کے عنوان کے تحت غزوات کا ذکر کیا ہے اور اس کے ابواب بھی ”حکم“ سے متعلق ہیں جیسے غزوہ احد کے بارے میں ایک باب ہے: باب فیمن یسليم و یقتل مکانہ فی سبیل اللہ عزوجل، یا باب ماجاء فی حکم ارض خیر وغیرہ۔ ان کے ہاں کتاب الطہارۃ، کتاب اصولۃ وغیرہ میں غزوات کا ذکر ملتا ہے جیسے اول الذکر میں غزوہ ذات الرقاع کا ذکر کرے۔

امام ترمذی نے کتاب الجہاد میں بھی انداز دینی اپنایا ہے جیسے جنگ خندق میں حالے سے ایک باب

## تحقیقات حدیث۔ (۲۴) ۱۰۵ توقیت غزوہات کا ایک تجزیہ

ہے، باب فی الدعا عند القتال، یا غزوہ احمد کے حوالے سے حضرت ابن عمر کی حدیث کی بنا پر باب فی حد بلوغ الرجل و متى يفرض له۔

امام نسائی، کتاب الجہاد میں بھی دینی نقطہ نظر اختیار کرتے ہیں جیسے غزوہ احمد کے حوالے سے ایک باب ہے: ثواب من قتل فی سبیل اللہ عزوجل، باب ما یقول من لطیف العدو وغیره۔

امام ابن ماجہ نے کتاب الجہاد کا ایک باب باندھا ہے: باب العبید والنسا شہد و مُعَذَّبُ الْمُسْلِمِينَ۔ یا باب المبارزہ والسلب یا باب افعارة والمبیات قتل النساء والصیان۔

۳۴۔ علمائے حدیث کے درمیان یہ نکات معروف ہیں۔ ملاحظہ ہو: محمد عبد السلام مبارک پوری، سیرۃ الجماری مطبع احمد پشنہ ۱۳۲۹ھ دوم ۳۹۔ ۳۱ بحث نیز تراجم ابواب بخاری۔ ان کا ایک عمومی تبصرہ بہت دل چسپ ہے۔ ”صحیح بخاری کے تراجم ابواب کو دعا دی اور ان کے ماتحت کی حدیثوں یا آنکتوں کو دلائل یا بخنزہ لے دلائل خیال کر لینا ایک بڑی بھاری غلطی ہی کی وجہ سے اکثر صحیح بخاری کے مطالعے کرنے والوں کو دھوکہا (کذباً) ہوتا ہے۔“ (ص ۳۵) شروع میں مولانا مارک پوری نے صحیح بخاری کی تالیف کے دو مقاصد قرار دیے ہیں۔ اول صحیح احادیث کی جمع و تدوین اور دوم استنباط مسائل فقہیہ۔ ص ۳۱

۳۵۔ بخاری، باب غزوۃ الفتح فی رمضان، نیز ابن حجر و قسطلانی کے مباحث متعلقہ  
۳۶۔ بالعموم ہمارے جدید سیرت نگاروں نے امام بخاری کی توقیت غزوہات و سرایا کی بنیاد کر کی ایک امام فن سیرت کی رائے یا قول کو ترجیح دینے کا وظیرہ بنا لیا ہے حال آں کہ امام موصوف کی روایت سے اس کی تصدیق ہرگز نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ اس توقیت کو امام حدیث کی اپنی توقیت سمجھنے لگے ہیں اور وہ بھی قطعی صحیح نہیں ہے۔ ان دونوں نکتوں کے لئے تردید بحث آگے آتی ہے۔ جدید مورخین اور اہل سیرت کے طرز عمل کے لئے ملاحظہ ہو: مسعود احمد، صحیح تاریخ الاسلام والسلیمان کی جدول باہت اختلاف محدثین اہل سیر۔ ۱۲، ۱۸

۳۷۔ تفصیلات کے لئے غزوہات کی توقیت کا متعلقہ متن اور ان کے حوالی ملاحظہ ہوں۔  
۳۸۔ حضرت عروہ بن زیر کی کتاب المغازی ”مفازی رسول اللہ“ مرتبہ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی، ریاض

۱۹۸۱ء، اردو ترجمہ محمد سعید الرحمن علوی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۹۰ء  
امام زہری کی کتاب المغازی کا حوالہ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی نے بھی دیا ہے (ص اردو) اور جوزف ہوروتس کے مضمون ”سیرت نبوی کی اولین کتابیں اور ان کے مؤلفین“، اردو ترجمہ شاہراحتم فاروقی، نقوش رسول نمبر لاہور اول ص ۵۳۷ و مابعد میں بھی ملتا ہے۔ صراحت کے لئے ملاحظہ ہو: شیلی نعمائی، سیرت النبی اول ص ۲۱ جنہوں نے امام \* کے حوالے سے لکھا ہے کہ ممکن پر امام زہری کی اولین مستقل تصنیف تھی۔

۳۹۔ غزوہات کا متعلقہ متن ملاحظہ ہو اور ان کے حوالی بھی۔

تحقیقات حدیث۔ (۲۴) ۱۰۶ توقیت غزوہات کا ایک تجزیہ  
 ۲۰۔ کتاب المغازی ہمارے زیر مطالعہ متن بخاری میں جلد چہام ۲۲۶ء ۹۰ء تا جلد چہم ۲۰۷ء تک وسیع ہے۔  
 یہ عجیب بات ہے کہ اس نسخے میں کتاب المغازی کا عنوان متن میں نہیں ہے اس کی وجہ صرف باب (باب  
 عنوان) لکھا ہے۔ البتہ حاشیہ پر کسی دوسرے نسلہ بھی ہے اور کتاب المغازی کے عنوان کے ساتھ  
 باب فی المغازی ہے۔

۲۱۔ ص ۶۹-۶۹

۲۲۔ ص ۱۱۵-۱۱۵

۲۳۔ ص ۲۲-۱۱۵

۲۴۔ ص ۳۱-۱۲۲

۲۵۔ ص ۳۹-۱۳۱

۲۶۔ احمد عبد الرحمن النباء الساعاتي، لفظ الربانى، (مطبعة غير مذکور) مصر، ۱۳۷۴ھ جلد ۱۱، ص ۱۲۸-۶۔  
 مثلاً چند ابواب کے عنادیں ملاحظہ ہوں: باب فضل الجهاد والترعیب فیه، ابواب قسم  
 الغنائم، ابواب الامان والصلح، ابواب السبق والررمى، ابواب صفات الخليل الخ۔ ان  
 ابواب کے تحت غزوہات و سایہ کا ترتیب و اور یا بالترتیب بیان نہیں ہے۔ بل کہ ان سے متعلق مسائل و  
 امور اور ان کی مشروعیت کا ذکر ہے۔

## شخصیات

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

ترتیب: سید عزیز الرحمن

قیمت: ۲۲۰

صفحات: ۲۹۶

## اہم عنوانات

اکابرین، اساتذہ، مشائخ، اقرباء، علماء، زعماء، ادباء، احباب، تلامذہ

زوار اکٹیڈمی پبلی کیشنز